حسینؑ کی لافانی فتح

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی طاب ثراہ

حضرات! میں تمام ادارہ یادگار حسینی کی طرف سے عموماً اور بحیثیت خادم ''یادگار حسینی'' کے اصالتاً اور یہاں آگرہ کے یادگار حسینی کے جلسوں کے منتظمین کی جانب سے بھی جناب مصورفطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں ۔ آپ نے اس موقع پر شرکت فرما کر اور اس ضعیفی وناسازی مزاج کے عالم میں جس کی وجہ سے مجھے معلوم ہے باوجودوعدہ کرنے کے آپ متعدد مقامات پر تشریف نہ لے جاسکے۔ (اور) آپ نے آگرہ کے لئے خاص خصوصیت کا لحاظ فرمایا، اس لئے آپ نے یہاں تشریف لانا ضروری سمجھا۔ میں تمام حضرات کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اگرچہ اس حیثیت سے میرا شکریہ ادا کرنا زیادہ خوشنما نہیں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے جوعقیدت اور جو خصوصیت آپ کو حاصل ہے اس کی بناء پر آپ کو بھی اس یادگار میں اتنا ہی حق ہے جتنا کہ کسی اور شخص کو ہوسکتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ کیوں کہ حبّ اہل بیت کی ترویج اور اشاعت میں آپ نے زندگی کا بڑا حصہ صرف کیا ہے۔ اس لئے یہ کام آپ کا ہی ہے جیسا مجھے خوب یاد ہے، میں نے سب سے پہلے جب آپ سے تذکرہ کیا ''یادگار حسینی'' کے متعلق تو آپ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے اور یہ الفاظ ''منادی'' میں بھی شائع فرمائے کہ ''یہ کام تو خود میرا ہے اس لئے میں پورے طور پر حصہ لوں گا'' (چیرز) اور جب یہ کام آپ کا ہے تو یقین سمجھ لیجئے کہ میں خود آپ کی ہی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

حضرات! میں آج ہی جے پور سے حاضر ہوا اور مجھے یہ علم نہیں تھا کہ اب پھر مجھے اس ''یادگار حسینی'' کے آگرہ کے جلسے میں کچھ تقریر کرنا پڑے گی، اس لئے کہ میں جس طرح کا وقت اور جس طریقہ کا موقعہ تھا آپ سے عرض کر چکا تھا۔ مگر معلوم ہوا کہ یہ بعض حضرات کا اس کے بارے میں اصرار ہے اس لئے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ دنیا میں گفتار، کردار مختلف چیزیں ہیں قول اور عمل آپ کے اردو میں کہنا اور کر کے دکھانا یہ دو چیزیں جدا جدا ہیں۔ کہنا تو آسان ہے اور عمل کر کے دکھانا، نہایت مشکل ہے۔ آپ روزمرہ کی باتوں میں جن چیزوں پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ اچھے اوصاف ہیں مثلاً سچ بولنا، ظالم سے نفرت رکھنا۔ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو زبان سے ان باتوں کا اقرار نہ کرے، لیکن یہ کہ عمل میں کس حد تک پابندی ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ پچھتر فیصدی یا اس سے زیادہ نفی کی برابر ہے۔ ایک بھی ایسا نہیں جو اس کا پابند رہے۔ یہ چیزیں ایسی نہیں ہیں جن کا مذہب وملت کی تفریق سے تعلق ہو۔ دنیا کے ہر مذہب میں بہت اچھائیاں ایسی ہیں کہ جن میں تمام مذاہب متفق ہیں بہت سی برائیاں ایسی ہیں جن میں تمام مذاہب متفق ہیں۔ اگر دنیا والے صرف اس اصول کے پابند ہوجائیں کہ ان تمام باتوں کو چھوڑ دیں جن کے برا ہونے پر تمام مذاہب متفق ہیں تو یہ دنیا بہشت ہوسکتی ہے۔ (چیرز) لیکن حقیقت یہ ہے کہ اکثر دنیا میں برائیاں پیدا ہوتی ہیں وہ اس وجہ سے کہ ہمارا قول ہمارے عمل سے مختلف ہوتا ہے۔ قول اور عمل کے اختلاف کی بہت سی صورتیں ہیں اور مختلف جماعتوں

کی طرف سے اس کا مظاہرہ ہوتا رہا ہے۔ مثلاً ایک جماعت کے قول وفعل کا اختلاف وہ اختلاف ہے جس کو شاعر نے کہا ؎

واعظاں کیں جلوہ برمحراب وممبر می کنند
چوں بخلوت می روند آں کار دیگر می کنند

دوسری مثال دنیا کے زعماء اور سیاست داں لیڈروں کے قول وفعل کا اختلاف، جو سیاسی مصلحت سے ضروری سمجھا جاتا ہے، اپنے ساتھ والوں سے بڑے بڑے وعدے کرنا فتح کی توقعات پیدا کرنا۔ ان کے سامنے خطرات کا خیال نہ آنے دینا۔ اور ہر خوشگوار پہلو کو سامنے پیش کرتے رہنا، وہ چیزیں سیاسی حیثیت سے ایک قائد کی جانب سے اپنے ساتھ والوں کو گردو پیش سمیٹتے رہنے کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہیں۔ لیکن قول وفعل کا اختلافِ منظر آپ کی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اسی طرح کسی سیاسی جدوجہد میں اپنے مطالبات کو بڑھا کر رکھنا اس خیال کے ساتھ کہ تھوڑے سے پورے ہوجائیں گے تو ہم اپنی جدوجہد سے باز آئیں گے۔ لیکن شروع میں اس لئے مطالبہ سے زیادہ پیش کرنا ضروری ہے۔

"کہ از مرگ بگیر تا بہ تپ راضی شود"

مطالبہ زیادہ پیش کرو تھوڑا سا بھی ہوگیا تو دوسرا مطالبہ پھر پیش کیا جاسکتا ہے۔ آپ کے سامنے ان دو برس کے واقعات میں برابر نمونے پیش آتے رہے ہیں۔ قائدین کی طرف سے اور سپاہیوں کی جانبسے۔ کون سپاہی ہے جو اس بات کا دعویدار نہیں ہے کہ ہم اپنے آخری قطرۂ خون تک اپنے سردار کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ لیکن نتیجہ مختلف ہوتا ہے۔ یہ وہی چیز ہے کہ قول عمل سے جداگانہ ہے۔ اخبارات آپ کے سامنے آتے رہتے ہیں۔ کوئی جماعت بھی ہو، کسی کے متعلق یہ نہیں سنا گیا کہ اس کا محاذ طاقتور نہیں ہے۔ لیکن بعد میں یہ معلوم ہوا کہ یہ توقع صحیح نہ تھی اور غلط ثابت ہوئی، وہ قومیں جو اس وقت محکوم ہوچکیں، دو تین سال کی مدت میں جن لوگوں کی آزادی سلب کی جاچکی، کون وہ جماعت تھی جس نے جنگ کے شروع کے وقت یہ اعلان کردیا ہو کہ ہم آخری قطرۂ خون گرنے تک دشمن کے غلام نہیں ہوں گے۔ لیکن آپ میں سے کوئی دعویٰ کرسکتا ہے کہ وہ ملک جو مفتوح ہوئے ہیں ان میں کوئی بھی شخص قابل جنگ باقی نہیں رہا تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ ان میں بہت بڑی جماعت ایسی باقی تھی کہ جو قابل جنگ ہوسکتی تھی، لیکن مشکلات کے سامنے مجبور ہونا پڑا۔ اور اس کی حقیقت کھل گئی کہ ہم آخری قطرۂ خون گرنے تک مقابلہ کریں گے۔ (چیرز) سبحان اللہ وہ کونسی جماعت کہ جس نے ٹھیک کہا ہو اور برابر کر کے دکھایا ہو، وہ گروہ جو اپنے آپ کو ناقابل تسخیر سمجھتے ہیں اور جو بڑے بڑے ارادوں کے مالک سمجھے جاتے ہیں، ان ہی پر غور کیجئے، اور اخبارات کو مشاہدہ کیجئے۔ ان سے پتہ چلے گا کہ ایک تاریخ مقرر کر کے اعلان کیا کہ ہم اس محاذ کو جیت لیں گے، لیکن وہ تاریخ آئی اور گزر گئی، مگر ان کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا۔ صرف اب یہ تاویل کی جاسکتی ہے کہ تاریخ اور مہینہ کے ساتھ سال تھوڑا ہی مقرر کیا تھا کہ کس سال ایسا ہوگا۔

بہرحال ہمیں نہ کوئی سردار نظر آتا ہے جس کا قول عمل سے مطابق ہو اور نہ کوئی پیرو ایسا نظر آتا ہے جس کا قول عمل کے مطابق ہو۔ لیکن اب تھوڑی دیر کے لئے کربلا کی طرف جایئے اور بہتر (۷۲) آدمیوں کی طرف نگاہ کیجئے تو آپ کو وہاں کا بچہ بچہ اپنے قول کی کسوٹی پر پورا اترا ہوا دکھائی دے گا۔ اور آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ اس قافلے کے سردار اور اس کے ساتھیوں نے جو کہا اس کو کر دکھایا۔ اور حضور نے جب یہ فرمایا کہ میں بیعت نہ کروں گا، میں سچ کہتا ہوں اس وقت اس کا مفہوم دنیا کو معلوم نہ تھا، کیوں کہ انسانی تخیل کے دوران امکانات کا اندازہ نہیں کرسکتے کہ جہاں تک واقعات کی رفتار پہنچ گئی۔ اس لئے جب اس پاکباز انسان نے کہا کہ میں بیعت نہیں کروں گا تو دنیا اس کو بالکل نہیں سمجھی کہ اس "نہیں" میں کتنے واقعات ونتائج مضمر ہیں، لیکن وہ انسان جس وقت نہیں کی آواز بلند کررہا تھا تو وہ دل

کی گہرائیوں میں اپنے عزم وارادہ کا جائزہ لے لے کر اور وقت کی نزاکت پر غور کر کے یہ فیصلہ کر رہا تھا۔ کہ شدائد اپنے امکان کی آخری صورت تک پہنچ جائیں گے لیکن میرے عزم نہیں بدلیں گے۔ (چیرز) وقت نے بتلایا کہ اس "نہیں" میں کیا وزن تھا۔ یہ مقولہ ہر انسان کی زبان پر ہے اور نہ معلوم حضرت حسین ابن علیؑ سے پہلے کتنے لوگوں نے یہ الفاظ جاری کئے ہوں گے۔

الموت فی عزّ خیر من حیوۃ فی ذلّ

عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔ مگر یاد رکھئے کہ ان الفاظ میں روح پیدا ہوگئی حسینؑ کے عمل سے۔

اگر یہ الفاظ حسینؑ سے پہلے کسی اور کے بھی تھے اور آپ نے بطور کہاوت کے کربلا میں کہے تھے۔ تب بھی آپ نے عمل کر کے ان الفاظ کو اپنی ملکیت بنایا۔ انہوں نے جس وقت کہا کہ میں بیعت نہیں کروں گا، تو اس کے انجام میں جو کچھ شدائد پیش آئے ان کو سمجھ لیا تھا۔ لیکن یہ کون کہہ سکتا ہے کہ حسینؑ کے عزم واستقلال کی منزل ہی ختم ہوگئی۔ آپ کو ظلم وتشدد کے امکانات پر فیصلہ کرنے کا حق ہے کہ تشدد اپنے آخری حد تک پہنچ گیا۔ لیکن اس انسان کا صبر واستقلال بھی آخری حد تک پہنچ گیا۔ ہم اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ یہ تھا سردار کا عزم واستقلال۔ واقعات کی طرف میں نہیں جانا چاہتا کیوں کہ مجھے احساس ہے کہ وقت بہت زیادہ صرف ہو چکا ہے۔ اور آج کا دن مسالمہ کے لئے مخصوص ہے اور جو پروگرام ہے وہ پورے طور پر انجام پانا ہے (آوازیں۔۔۔ لوگ بہت بے چین ہیں، آپ تقریر فرمائیے سب متوجہ ہیں) یہ سردار کا عزم واستقلال ہے اور پیروؤں کے عزم واستقلال۔۔۔ ہمارے سامنے ہیں مختلف تواریخ اور مختلف قرآن کے مناظر، مسلمانوں کی متفقہ کتاب قرآن مجید ہے اور تمام دنیا اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

☆☆☆

(تقریر سید العلماء ماخوذ از ہفتہ وار "حسینی پیغام" بمبئی ۸ رمئی ۱۹۴۳ء)

ذکر علی اکبرؑ

بنت زہرا نقوی ندیؔ الہندی

حسن میں شہرت علی اکبرؑ کی ہے
کیا بھلی قسمت علی اکبرؑ کی ہے

دولتِ کونین کہتے ہو جسے
وہ تو بس چاہت علی اکبرؑ کی ہے

اپنے کیا غیروں نے سمجھا ہے رسولؐ
یہ بھی اک صورت علی اکبرؑ کی ہے

بھیڑیوں کی بھیڑ سمجھا فوج کو
اس طرح ہمت علی اکبرؑ کی ہے

گرتے پڑتے بھاگتے ہیں پہلواں
کسقدر ہیبت علی اکبرؑ کی ہے

اک جہاں کہتا ہے ہمشکل نبیؐ
ایسی کچھ صورت علی اکبرؑ کی ہے

حُسن کا کعبہ بنا دل اس لئے
میہماں الفت علی اکبرؑ کی ہے

مانتے ہیں دو جہاں حُسن وجمال
شان، یہ شوکت علی اکبرؑ کی ہے

پاس جو بیٹھا وہ عالی ہو گیا
کیا عجب صحبت علی اکبرؑ کی ہے

پنجتنؑ جس بات سے خوش ہوں ندیؔ
کیا ہے وہ مدحت علی اکبرؑ کی ہے

☆☆☆